OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 1 (January-March 2021)

پاکستان کی زرعی مارکیٹنگ میں مروج تول، چونگی اور آڑھت کا کاروبار : سماجی اور شرعی تناظر
(Business of Weighing *Chungī* and *Āṛhat* in Pakistan's Agricultural Marketing: Social and *Sharī'ah* Perspectives)

Dr. Allah Bakhsh Najmi

Assistant Professor of Islamic Studies Govt. Islamia Post Graduate College, Chiniot

Dr. Hafiz Abdul Rashid

Assistant Professor of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts, Science & Technology, Islamabad

Dr. Abdul Razzaq Azad

Assistant Professor, Humanities Department, COMSATS University, Islamabad, Vehari Campus

Abstract

This paper studies the Business of weighing *Chungī* and *Āṛhat* in Pakistan's agricultural marketing from social and *Sharī'ah* perspectives. It finds that from the referred perspectives these businesses are permissible only if *Āṛhatī* (middleman) does not attain the property of farmer or trader without their permission nor does he take advantage of their compulsion, nor does the weigher lose the weight. If, in a business deal, consent is obtained by taking advantage of someone's compulsion, or by seizing a portion of one's property by deception, or by reducing the weight of one's property, then the dealing will absolutely illegitimate. If this is not the case and the farmer or trader deals with the middleman with free will, the weigher does his job honestly and takes his wages, then all these jobs will be valid and permissible according to *Sharī'ah* and social norms. As for the fatwas in which any of these businesses declared absolutely illegal

CC BY

are not, in our view, in line with *Sharī'ah* principles. It seems that the real thing to consider in such matters is to keep in mind the *Sharī'ah* values and their philosophies, not any specific name or tradition.

Keywords: Weighing, *Chungī, Āṛhat,* Islam society, attitudes

تمہید

تجارت، کاروبار اور خرید وفروخت کے حوالے سے معاصر ماحول میں مارکیٹنگ ایک عام مروج لفظ ہے۔ اس کے مفہوم کی تحقیق کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ماہرین کے یہاں اس کی مختلف تعبیرات کی گئی ہیں۔ مثلا: مارکیٹنگ قابلِ تبادلہ اور قابل تسکین اشیا خدمات اور نظریات سے متعلق پلاننگ، قیمت کے تعین، ترویجی عمل، تقسیم کار سے متعلق سرگرمیوں کا نام ہے،[1] یہ انسانی کوششوں کے اس مجموعے کا نام ہے جس کے نتیجے میں اشیا کا تبادلہ سہل انداز میں ہو سکے،[2] یہ ان تمام تراکیب، عوامل اور عہد وپیمان کا نام ہے، جو پیداواری عمل سے لے کر آخری صارف تک اشیا اور خدمات کی ترسیل کو سہل بناتے ہیں۔[3] اس تناظر میں زرعی مارکیٹنگ کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ اس سے مراد زرعی پیداوار کی خرید وفروخت کا عمل ہے، جسے زرعی منڈیوں جیسے غلہ منڈی، سبزی وفروٹ منڈی، مال مویشی منڈی اور لکڑ منڈی وغیرہ میں سر انجام دیا جاتا ہے۔ پاکستان کی زرعی منڈیوں میں ایک چیز مروج ہے کہ آڑھتی کسان کی زرعی پیداوار میں سے ایک مخصوص حصہ لیتا ہے، جس کی قیمت کسان کو ادا نہیں کی جاتی، اس کو چونگی کہا جاتا ہے۔ اس کی صورتیں مختلف ہیں۔ مثلاً: غلہ منڈی میں کسان کی فصل سے وزن کرنے کے بعد چونگی کے نام پر غلے کا ایک حصہ رکھا جاتا ہے، جو تولے اور آڑھتی کے درمیان تقسیم ہوتا ہے۔ سبزی منڈی میں کسان کی سبزی کی بولی ہوتی ہے تو مڈل مین یا اس کا نمائندہ جتنی رقم کا اضافہ کر رہا ہو، مثلاً ایک گٹو مٹر کا سودا کرنا ہے تو وہ بولی کروائے گا، بولی نو سو روپے سے شروع ہو گی، وہ پچاس پچاس روپے خریداروں کے اشارے پر بڑھاتا جائے گا، جب بولی ختم ہو گی تو وہ کہے گا پچاس روپے چھوٹ ہے۔ یہ چھوٹ کم اور زیادہ بھی ہو سکتی ہے، اور اس چھوٹ میں سے خریدار سے "لگا" وصول کیا جاتا ہے۔ فروٹ کی بولی میں ٹوکرے یا دانوں کے حساب سے جب قیمت طے ہوتی ہے، تو اس میں چونگی کے نام پر متعلقہ فروٹس میں سے کچھ دانے اٹھائے جاتے ہیں۔ اسی نوع کے معاملات گنے اور چارہ جات وغیرہ سے متعلق خرید وفروخت میں ہوتے ہیں۔ ایسے ہی زرعی مارکیٹنگ میں مڈل مین، کسان کی فصل یا فروخت کے لیے لائی گئی جنس کو تولنے والے جنھیں "تولے" کہا جاتا ہے، کا کسان کی فصل سے مختلف طریقوں سے ایک مخصوص حصہ حاصل کر لینے کا معاملہ ہے۔ ان سب امور اور لین دین کی شرعی حیثیت پر بہت ہی کم توجہ دی جاتی ہے، حالانکہ اسلامی تصور تجارت اور خرید وفروخت کے تناظر میں اس کا جائزہ نہایت اہم ہے۔ اس مضمون میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس چونگی اور زرعی پیداوار سے کسانوں کی اجناس سے اس نوع کی کٹوتی وغیرہ کی

1Philip Kotler and Bernard Dubois, Marketing Management (Public Union: 2000), 40.

2 طاھر مرسی عطیہ، اساسیات التسویق (قاہرہ، المکتبہ اکادمیہ، 1993ء)، 11۔

3 محمود عساف، المنہج الاسلامی فی ادارۃ عمال (جدہ: 2001ء)، 55۔

شرعی حیثیت کیا ہے؟ سماج میں لوگ اس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟اس حوالے سے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ اس مارکیٹ اور کاروبار میں موجود لوگوں کے مشاہدات و تاثرات، سماجی رویے، خرید و فروخت اور کاروباری اخلاقیات سے متعلق اسلامی تعلیمات، اور شرعی فتاویٰ کی روشنی میں اس عمل کی شرعی حیثیت کا تعین کیا جائے۔

ناپ تول کے رائج عمل کا سماجی اور شرعی تناظر

پاکستان کی زرعی منڈیوں میں میں ایک عمل ناپ تول کا ہے۔ اس حوالے سماجی اور شرعی پوزیشن کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ناپ تول میں اگر دیانت داری روا رکھی جائے تو اسے سماج میں بہت پذیرائی ملتی ہے۔ شریعت بھی اس پر زور دیتی ہے کہ ناپ تول میں کسی طرح کی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن منڈیوں میں فی الواقع جو ناپ تول ہو رہا ہے، اس میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ ان خرابیوں پر نکیر نہ صرف شرعی تناظر میں ہوتی ہے، بلکہ سماج بھی اس پر اپنا ردعمل ظاہر کرتا رہتا ہے۔ مثلاً غلہ منڈی میں ایک کردار جن کو "تولے" کہا جاتا ہے، فصلوں کا وزن کرتے ہیں۔ یہ آڑھتی کے ساتھ منسلک ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ مڈل مین کے ساتھ ملی بھگت کرکے کنڈے کو خراب کرکے ڈنڈی مارتے ہیں۔ اب تول میں کمی بیشی کا دینی نقطۂ نظر سے سخت گناہ ہونا تو مسلم ہے ہی (جس کی وضاحت آگے آرہی ہے) خود اس پیشے سے متعلق لوگ بھی نہ صرف اسے غیر اخلاقی سمجھتے ہیں بلکہ ایسے لوگوں سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں، اور دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔ اس سے واضح کہ کہ یہ کام شریعت کے سات ساتھ معاشرے میں معروف ان لوگوں کی اخلاقیات کے بھی خلاف ہے، جن کے کام کو خود بہت حوالوں سے غیر شرعی کہا جاتا ہے۔ مثلا تولنے والوں کے ایسے کردار کو خود آڑھت کے کام سے متعلق لوگ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ اس ضمن میں ایک آڑھتی کے تاثرات دیکھیے: "میں سال 1957ء سے آڑھت کا کام کر رہا ہوں، بعد میں کپاس کا کاروبار شروع کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت دی ہوئی ہے کہ میں کم تولنے والے کو پکڑ لیتا ہوں اور میرے سامنے یہ لوگ ایک کلو تک بھی ڈنڈی نہیں مار سکتے۔ جب بھی منڈی میں کپاس آتی ہے یا کپاس کا سیزن شروع ہوتا ہے، کپاس تولنے والوں کی مانگ بڑھ جاتی ہے، جنھیں "تولے" کہا جاتا ہے۔ ان کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ صرف کپاس کے تین چار ماہ کے سیزن میں کپاس تولتے ہیں، باقی دنوں میں کم ہی کام کرتے ہیں۔ بعض "تولے" بہت ہی ایماندار ہوتے ہیں اور ان کی زندگی سکون سے گزرتی ہے۔ بعض "تولے" بہت کم تولتے ہیں۔ ان کو خاص تکنیک آتی ہے کہ وہ تولتے وقت وزن پورا دکھاتے ہیں مگر جب مالک دوبارہ وزن کرتا ہے تو ایک بورے میں سے پانچ سے چھ کلو تک وزن زیادہ ہو جاتا ہے، اور روزانہ وہ بیسیوں بورے تولتے ہیں، جس کا نقصان کسان کو ہوتا ہے، اور بیوپاری کو فائدہ ہوتا ہے۔ تولنے والے روزانہ کپاس کی ایک کثیر مقدار بیوپاری کو دلاتے ہیں اور خود بھی کماتے ہیں۔ میں کم تولنے والوں کو جانتا ہوں۔ الحمد للہ آج تک ان کو اپنی دکان یا فیکٹری میں داخل تک نہیں ہونے دیا، کیونکہ مجھے انجام کا علم ہے۔ میں نے سیکڑوں "تولے" دیکھے ہیں جو سیزن میں بہت کماتے ہیں، سیزن کے دوران

ان کے پاس بہت پیسہ ہوتا ہے، مگر جیسے ہی سیزن ختم ہوتا ہے، ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ برکت ختم ہو جاتی ہے اور بھیک مانگتے پھرتے ہیں، حتیٰ کہ سگریٹ بھی مانگ کر پیتے ہیں، مگر انجام کو بھول جاتے ہیں اور اگلے سیزن کا انتظار کرتے ہیں۔"[4]

جہاں تک اس عمل کے اسلامی اور شرعی تناظر میں غلط اور گناہ ہونے کا تعلق ہے، اس پر اسلام کا عمومی مزاج، جس میں انصاف اور دیانت داری بنیادی نوعیت کی اخلاقی اقدار ہیں، شاہد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی نصوص بہ طورِ خاص اس عمل کی مذمت کرتی ہیں اور اس سے بچنے کی تاکید پر مبنی ہیں۔ مثلاً قرآن میں ایک جگہ حکم دیا گیا: وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ۔[5]"اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم رکھو اور تولنے میں کمی نہ کرو۔" ایک اور جگہ اس فعل کو تباہی و بربادی کا موجب قرار دیتے ہوئے کہا گیا: وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ. الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ. وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ. أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ. لِيَوْمٍ عَظِيمٍ. يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔[6]

قرآن میں ناپ تول میں کمی بیشی کو قبیح فعل باور کراتے ہوئے تاریخی شواہد سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ کس طرح ماضی میں بعض لوگوں نے اس کو وتیرہ بنایا اور کس طرح وہ اللہ کے عذاب میں گھر گئے! اس ضمن میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے حوالے سے واضح کیا گیا کہ یہ لوگ اس میں بری طرح مبتلا تھے۔ وہ پیغمبر کے منع کرنے پر جواب دیتے: أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ۔[7]"کیا تمھاری نماز تمھیں اس بات کا حکم دے رہی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباو اجداد عبادت کیا کرتے تھے، یا ہم اپنے مال میں جس طرح چاہیں تصرف کرنا چھوڑ دیں۔" حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں پیار و محبت سے سمجھایا لیکن وہ لوگ باز نہ آئے، جس کے نتیجے میں ان پر اللہ کا عذاب آ گیا، جس کا تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے: فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ۔[8]

یوں قرآن نے اس طرف توجہ دلائی کہ ناپ تول میں کمی بیشی یا ملاوٹ اور دھوکے سے مال میں اضافے کی خواہش انجامِ بد کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک صاحبِ بصیرت اور ایمان باللہ کے حامل شخص کو یہ یہ عمل کسی طرح زیبا نہیں۔ شعیب علیہ السلام کی قوم یہی سمجھتی رہی کہ ہم اپنے مال و دولت میں اضافہ کر رہے ہیں، لیکن وہ ساری کی ساری دولت دھری کی دھری رہ گئی، انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آلیا اور سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔

---

4 ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی، "خود کفالت سے خود کشی تک۔" ماہ نامہ عبقری (2013ء)۔

5 الرحمٰن 55: 9۔

6 المطففین 83: 1-4۔

7 ھود 11: 8۔

8 الشعراء 24: 189۔

قرآن کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبوی میں بھی ناپ تول میں کمی کی مذمت کی گئی اور اس پر سخت وعید آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: "جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، تو اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔"[9]

قرآن وحدیث کی ان ہدایات اور تاریخی استدلالات سے واضح ہے کہ ناپ تول میں کمی شرعی حوالے نہایت گھناؤنا اور قبیح فعل ہے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ ایسے عمل سے مجتنب رہنا چاہیے۔ یوں سماجی اور شرعی دونوں حوالوں سے زرعی مارکیٹنگ میں تولوں وغیرہ کے مروجہ کرادر قبیح فعل کے مرتکب ہیں۔ ایک مسلمان تولے کو یہ کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ ناپ تول میں کمی کرے۔ جو آڑھتی یہ کام کرواتے یا اس میں کسی طرح بھی ملوث ہوتے ہیں، وہ بھی انھی تولوں کی طرح سماج اور شرع کے مجرم ہیں۔ سو سوسائٹی اور ایسے لوگوں کے اپنے دنیوی اور اخروی بھلے کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اس سے باز آئیں۔

چونگی و آڑھت کا سماجی و شرعی تناظر

جہاں تک پاکستان کی زرعی مارکیٹنگ میں مروج چونگی یا آڑھت کا تعلق ہے تو اس عمل سے متعلق سماجی رویے کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ جن سے چونگی لی جاتی ہے وہ تو اس عمل کو اپنے ساتھ زیادتی سمجھتے ہیں (اگرچہ انھوں نے بھی آڑھتی سے رقم وغیرہ لیتے وقت اس کو خاموش رضامندی کے ذریعے قبول کیا ہوتا ہے؛ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کا مال منڈی میں آئے گا تو اس سے چونگی لی جائے گی) جب کہ چونگی لینے والے اسے اپنا حق سمجھتے ہیں۔ البتہ کئی مفتی حضرات اسے شرعی بنیادوں پر ناجائز خیال کرتے ہیں۔ مثلاً ہم نے چونگی کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لیے دار العلوم دیوبند سے رابطہ کیا تو ان کا جواب کچھ یوں تھا: "یہ چونگی لینا ناجائز و حرام ہے، یہ آڑھتی اور پلے دار دونوں کے لیے حرام ہے، یہ کسانوں پر ظلم ہے، حدیث میں آتا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر نہ لینا چاہیے، اور جب مارکیٹ کمیٹی ایکٹ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ کسان کے غلے میں سے کسی قسم کی چونگی وغیرہ نہیں لی جاسکتی تو پھر یہ تو قانونی طور پر بھی ناجائز ہے۔ بولی لگاتے وقت فروٹ یا سبزی کا ایک حصہ اٹھا لینا بھی ناجائز ہے۔ یہ کس چیز کے عوض میں اٹھایا جاتا ہے! یہ سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ ہاں اگر آڑھتی یا دلال کسی کا مال فروخت کرواتا ہے اور اس کے لیے محنت و مشقت کرتا ہے، بھاگ دوڑ کرتا ہے، تو اپنا حق المحنت پہلے سے طے کر کے رضامندی کے ساتھ لے سکتا ہے۔"[10]

پاکستان کی زرعی مارکیٹنگ میں آڑھتی یہ کرتا ہے کہ کسان یا بیوپاری کو اپنے کاروبار یعنی فصل کاشت کرنے یا خریدنے کے لیے رقم دیتا ہے، جس میں کبھی زبانی یا تحریری معاہدے کے ذریعے اور کبھی رائج طریقے کی حیثیت سے کسان یا بیوپاری کی خاموش رضامندی کے ذریعے یہ طے ہو جاتا ہے کہ کسان یا بیوپاری اپنا متعلقہ مال اسی منڈی میں اسی آڑھتی کے پاس لا کر فروخت کرے گا۔ اس میں آڑھتی، کسان اور بیوپاری سب کو علم ہوتا ہے کہ آڑھتی متعلقہ مال میں سے خاص کمیشن، جسے آڑھت کہا جاتا ہے، اپنے قرض کے بدلے میں وصول کرے گا، مال کی قیمت بھی مارکیٹ ریٹ سے کم لگائے گا وغیرہ۔

---

[9] ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4019۔

10 یہ فتویٰ ہم نے بذریعہ ڈاک منگوایا گیا تھا جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔

آڑھتی کے اس کردار سے متعلق پاکستانی سماج کا کیا رویہ ہے اور شریعت کا اس ضمن میں کیا موقف ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے اگر ہم عام سماجی رویوں کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح آڑھتی کسان اور بیوپاری سے زیادتی کرتا ہے؛ اس سے کمیشن زیادہ لیا جاتا ہے؛ آڑھت اور چونگی وغیرہ کے نام پر اس کے مال کا بڑا حصہ ہتھیا لیا جاتا ہے۔ لیکن آڑھتیوں کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنا حقِ خدمت سمجھتے ہیں؛ ان کا خیال ہے کہ ہم اپنا وقت اور سرمایہ صرف کرتے ہیں، اگر ہم مال عام قیمت پر اور اسی طرح خریدیں جیسے بیوپاری خریدتا ہے، تو ہمیں ایک عرصہ پہلے اسے رقم فراہم کر کے کاروبار کی سہولت مہیا کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟ نیز اگر ان کا یہ کردار نہ ہو تو زرعی کاروبار ماند پڑ جائے گا۔ مثلاً جب اگر کسان کے پاس فصل کاشت کرنے کے پیسے نہیں ہوں گے یا بیوپاری کے پاس فصل خریدنے کے لیے رقم نہیں ہو گی تو کاروبار کیسے چلے گا! اس لحاظ ہم لوگ تو ملکی معیشت اور کاروبار کی بہتری اور اس کے تسلسل میں اپنی محنت، وقت اور سرمائے سے حصہ ڈالتے ہیں، سو ہمارا کاروبار ناجائز کیسے ہو سکتا ہے!

دوسری طرف اس کاروبار کی شرعی نوعیت کے حوالے سے علما اور مفتیانِ کرام سے پوچھا جائے تو وہ اس کی بعض صورتوں کو ناجائز اور بعض کو جائز تصور کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو: **سوال:** آڑھت کی شرعی پوزیشن کیا ہے؟ آڑھتی کے پاس دو قسم کے بیوپاری آتے ہیں: پہلی قسم کے بیوپاری اپنے سرمایہ سے کوئی جنس خرید کر لاتے ہیں اور آڑھتی کی وساطت سے فروخت کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے بیوپاری وہ ہوتے ہیں جو کچھ معمولی سا سرمایہ اپنا لگاتے ہیں اور بقیہ آڑھتی سے اس شرط پر قرض لیتے ہیں کہ اپنا خریدا ہوا مال اسی آڑھتی کے ہاتھ فروخت کریں گے اور بوقت فروخت آڑھتی کا روپیہ بھی ادا کر دیں گے۔ آڑھتی پہلی قسم کے بیوپاریوں سے اگر ایک پیسہ فی روپیہ کمیشن لیتا ہے، تو دوسری قسم کے بیوپاریوں سے دو پیسہ فی روپیہ۔ یہ صورت حرام ہے یا جائز؟ **جواب:** یہ فرق جو آڑھتی اپنے کمیشن میں رکھتا ہے، غلط ہے۔ قرض لینے والے سے دو پیسہ اور قرض نہ لینے والے سے ایک پیسہ فی روپیہ آڑھت لینا، تو سود کی تعریف میں آجاتا ہے۔ چاہیے یہ کہ قرض کا معاملہ الگ رہے۔ البتہ یہ پابندی جائز ہو سکتی ہے کہ مارکیٹ ریٹ پر بیوپاری اپنا مال خاص اسی آڑھتی کے ہاتھ لا کر فروخت کیا کرے جس کے روپے سے وہ کاروبار چلا رہا ہے۔[11]

شرعی حوالے سے اس ضمن میں ایک اور سوال و جواب دیکھیے: **سوال:** آڑھتی بائع اور خریدار سے کمیشن لینے کے علاوہ ایک حرکت یہ بھی کرتا ہے کہ مال کا سودا ہو جانے کے بعد اس میں کچھ مقدار چونگی کے نام سے لے لیتا ہے۔ مثلاً پھل ہوں تو ان میں سے چند دانے لے لے گا اور سبزی ہو تو اس میں اپنا حصہ لے گا۔ اس کی حیثیت کیا ہے؟ **جواب:** یہ چونگی لینا آڑھتی کی زیادتی ہے۔ وہ جب اپنا طے شدہ کمیشن لے چکا تو اب اسے اور کچھ لینے کا حق نہیں۔ حقیقت میں یہ "دست درازی" ہے، جس کا ایک معصوم نام "چونگی" رکھ لیا گیا ہے۔[12]

---

11 ترجمان القرآن۔ رمضان 1365ھ/اگست 1946ء۔ http://www.rasailomasail.net/6693.html

12 ترجمان القرآن۔ رمضان 1365ھ/اگست 1946ء۔ http://www.rasailomasail.net/6693.html

چونگی یا آڑھت کے اس عمل کا اس کے مذکورہ سماجی اور شرعی تناظر کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ کام طے شدہ ڈیل کے ساتھ کیا جائے اور اس میں کسی کا استحصال ہو اور نہ اس کے ساتھ دھوکہ دہی کا رویہ رکھا جائے تو جائز ہے، اور جہاں دھوکہ اور استحصال شامل ہو جائے گا یہ فعل ناجائز ہو جائے گا۔ کتاب وسنت سے معلوم ہوتا کہ کاروبار میں آزاد رضامندی سے طے شدہ کاروباری معاہدات جائز ہیں، لیکن جہاں استحصال اور جبر کارویہ داخل ہو جائے، وہاں معاملہ حرام ہو جاتا ہے۔ مثلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردستی اور جبر کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں: نهي رسول الله صلي الله عليه وسلم عن بيع المضطر۔[13]

اگر کوئی شخص دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا کر اس کی رضا حاصل کرتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جبری اور اضطراری رضا کو اسلامی نقطہ نظر سے غیر معتبر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مفلس" مضطر اور مجبور ہوتا ہے کہ جس شے کے پورا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اس کو اپنی بے چارگی کی وجہ سے اپنے ذمہ واجب کر لیتا ہے، اور یہ رضا ہرگز حقیقی رضا نہیں ہے۔[14]

کسی دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھاکر یا جبر کے ذریعے اس کا مال لینے کو شرعی نصوص میں باطل قرار دیتے ہوئے، صرف آزاد رضامندی سے تجارت اور کاروبار کی ہدایت آئی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں فرمایا گیا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ۔[15]؛ وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔[16]

احادیث میں بھی متعدد مقامات پر کسی کا مال جبراً اور ناحق طریقے سے کھانے کی سخت ممانعت آئی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَ[17] ایک جگہ ارشاد ہوا: لا يأخذن أحدكم متاع أخيه لاعباً ولا جاداً، ومن أخذ عصا أخيه فليردها۔[18] "تم میں سے کوئی شخص بھی ہرگز اپنے بھائی کا سامان نہ لے، نہ ہنسی و مذاق کرتے ہوئے اور نہ ہی سنجیدگی کے ساتھ

---

13 ابو داؤد، سنن ابو داود، کتاب البیوع، باب فی بیع المضطر۔

14 شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ (بیروت، دار الجیل، 1426ھ/ 2005م)، 2: 103۔

15 النساء 4: 29۔

16 البقرۃ 2، 188۔

17 محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (دار طوق النجاۃ: 1422ھ)، کتاب العلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رب مبلغ اوعی من سامع؛ وکتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، رقم الحدیث: 1739، 173، 174؛ ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم (بیروت: دار إحیاء التراث العربی)، کتاب القسامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال، رقم الحدیث: 1679، 29-31۔

18 ابو داود سلیمان بن الاشعث السِّجستانی، سنن ابو داود (بیروت: المکتبۃ العصریۃ)، کتاب الادب، باب من یاخذ الشیئ علی المزاح، رقم الحدیث: 5003، 4: 301؛ محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی (مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1395ھ/ 1975م)، کتاب الفتن، باب ما جاء لا یحل لمسلم ان یروع مسلما، رقم الحدیث: 2160؛ 4: 462۔

،اور جس نے اپنے بھائی کی لاٹھی پکڑ لی اسے چاہیے کہ واپس کر دے۔" ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لا يحل لمسلم أنْ يأخُذَ عصا أخِيه بِغيرِ طِيبِ نَفْسٍ منْهُ، قال ذلك لشدة ما حرم الله من مال المسلم على المسلم۔[19] "مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی لاٹھی اس کی رضامندی کے بغیر لے، اللہ نے مسلمان کا مال مسلمان پر حرام کرنے میں جو شدت اختیار کی ہے اس وجہ سے یہ فرمایا۔"

اس مفہوم کی کئی ایک روایاتِ صحیحہ اور بھی موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں بڑی شدت کے ساتھ مسلمان کے مال کو مسلمان پر حرام قرار دیا گیا ہے، حتیٰ کہ ایک لکڑی بھی مسلمان کی اجازت کے بغیر لینا منع ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے: المراد بهذا كله بيان توكيد غلظ تحريم الأموال والدماء والأعراض والتحذير من ذلك۔[20] "اس ساری گفت گو سے مراد مالوں، جانوں اور عزتوں کی حرمت کی شدت کے ساتھ تاکید اور ان کی پامالی سے ڈرانا ہے۔" نواب صدیق الحسن خان لکھتے ہیں: لأنه أكل مال غيره بالباطل أو استولى عليه عدوانا وقد قال الله تعالى: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ۔[21] "غاصب اس لیے گناہ گار ہے کہ اس نے اپنے غیر کا مال باطل طریقے سے کھایا ہے، یا اس پر زیادتی کرتے ہوئے غالب ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔"

نتیجہ بحث

زرعی مارکیٹنگ میں شرعی اور سماجی ہر حوالے سے تول، چونگی اور آڑھت کے مروج کاروبار کا اخلاقی جواز یہ ہے کہ اس میں آڑھتی مال لے کر منڈی پہنچنے والے کسان یا بیوپاری سے اس کا مال اس کی اجازت کے بغیر حاصل نہ کرے اور نہ ہی اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے اور نہ ناپ تول کرنے والے ناپ تول میں کمی کریں۔ اگر کاروباری معاہدے میں کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر رضامندی حاصل کی گئی ہو یا دھوکے سے اس کے مال کا کچھ حصہ لے لیا جائے یا ناپ تول میں کمی بیشی کی جائے تو یہ بالکل ناجائز ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہو اور آزاد رضامندی سے کسان یا بیوپاری آڑھتی سے معاملہ کرے، ناپ تول کرنے والا اپنا کام دیانت داری سے کر کے اس کی مزدوری لے تو یہ سب کام شرعاً درست اور جائز ہوں گے، اور سماجی حوالے سے بھی ان پیشوں کا اعتبار بنے گا۔ جہاں تک اس ضمن میں ان فتاویٰ کا تعلق ہے، جن میں ان میں سے کسی کاروبار کو مطلقاً ناجائز قرار دیا گیا ہے، وہ ہمارے نزدیک درست شرعی پوزیشن نہیں۔ اخلاقی و شرعی ضوابط کے تحت ان معاملات کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، لیکن اگر ان میں دھوکہ دہی اور دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کا عنصر شامل ہو جائے تو غلط ہے۔ گویا اصل چیز معاملات میں شرعی اخلاقیات کا لحاظ ہے، نہ کہ کسی چیز کا کوئی مخصوص نام یا روایت۔

---

19 اِبو الحسن نور الدین الہیثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، رقم الحدیث: 1166، 1: 283؛ اِحمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ- 2001م)، 5: 425۔

20 محیی الدین النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 1392ھ)، 11: 141۔

21 الشیخ صدیق حسن خان القِنّوجی، الروضۃ الندیۃ (السعودیۃ: دارُ ابن القیّم للنشر والتوزیع، 1423ھ/ 2003م)، 2: 149۔